© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

کیا حضرت علیؓ کے لیے سورج کو لوٹایا گیا تھا؟

سوال: ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۶۳ء میں حاشیہ تفہیم ۳۵ میں ان احادیث پر بحث کی گئی ہے جن میں سورج کو واپس لوٹائے جانے کا ذکر ہے۔ روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی نماز عصر فوت ہو گئی۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی، سورج واپس آگیا، آپ نے نماز ادا کی۔ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو بے اصل کہا ہے۔

اس روایت پر میں نے جو تحقیق کی ہے وہ یہ ہے:۔ ابی جعفر طحاوی احمد بن محمد مصری حنفی نے جلد دوم مشکل الآثار ص۱۲ میں اس پر بحث کی ہے۔ اس روایت اور حضرت یوشع بن نون کے لیے جو سورج کو رد کا گیا تھا، دونوں میں تطبیق دی ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی محمد بن موسیٰ ہیں جن کے متعلق لکھتے ہیں محمود فی الروایۃ الخ... محمد بن عون اور ام جعفر اہل بیت سے ہیں۔ صادق اور مقبول الروایۃ ہیں۔ اور اس حدیث کو محدثین نے علامات نبوت میں بڑی علامت قرار دیا ہے (مشکل الآثار ج دوم روایات رد شمس وغیرہ)۔ اسی طرح حنفی فقہ کی مشہور کتاب طحطاوی علی نور الایضاح میں اوقات صلوٰۃ کی بحث میں یہ سوال اٹھایا ہے۔ ولو غربت الشمس ثم عادت ھل یعود الوقت؟ الظاھر نعم کما فی الدرر الخ۔ اس کے ثبوت میں وہی حضرت علیؓ والی روایت نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں نقلہ طبرانی بسند حسن وصححہ الطحاوی والقاضی عیاض فاخطأ من جعلہ موضوعاً کابن الجوزی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کما فی المشکل طحاوی ص ۹۵

اسی طرح نور الانوار میں بحث وقفت میں ان روایات کو لیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث نہ تو موضوع ہے اور نہ بے اصل۔

اگر سب قارئین کے لیے مفید خیال فرمائیں تو اس کا جواب ترجمان میں دے دیں۔

جواب:۔ ردّ الشمس سے متعلق روایات پر محض مشکل الآثار طحاوی، اور نور الانوار کی اجمالی بحثیں مطالعہ فرما کر اگر آپ نے یہ خیال کر لیا ہے کہ اس سے تحقیق کا حق ادا ہو گیا ہے، سند و متن کے جملہ اشکالات رفع ہو گئے ہیں اور ان روایات کی صحت ثابت ہو گئی ہے، تو آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ اسی طرح ان مختصر بحثوں سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقط ابن جوزی یا ایک آدھ دوسرے محدث نے ان روایات کو موضوع یا ضعیف قرار دیا ہے اور دوسروں کے نزدیک یہ صحیح یا قوی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے لیے سورج لوٹائے جانے والی ساری روایات ائمہ حدیث اور اصحاب جرح و تعدیل کے نزدیک نہایت ہی ضعیف بلکہ موضوع و مکذوب ہیں اور ان روایات کا کوئی ایک طریق بھی محفوظ اور قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

ابنِ تیمیہؒ نے ان روایات پر جو تنقید کی ہے وہ ان کی تصنیف "منہاج السنّہ" میں موجود ہے۔ منہاج السنّہ کا عام متداول نسخہ امام ذہبیؒ کا تلخیص کردہ ہے اور "منتقیٰ منہاج السُّنہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس طرح اس مختصر نسخے کو گویا دو جلیل القدر محدثین کی سندِ توثیق حاصل ہے۔ اس کتاب کی فصل ثالث (ص ۵۲۴ تا ۵۲۸) میں "خرافة ردّ الشمس لعلی مرتین بعد غروبها" کے زیرِ عنوان امام ابنِ تیمیہؒ نے ان روایات پر بحث کرتے ہوئے ان کے متعدد سلسلے نقل کیے ہیں اور ان میں وہ بھی شامل ہیں جو امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں دیے ہیں۔ ان میں سے ہر سلسلے کے راویوں پر ابنِ تیمیہؒ نے ابنِ حبان، ابو حاتم، ابن عدی، دار قطنی اور شعبہ وغیرہ کی شدید جرح کو الگ الگ بیان کیا ہے اور اپنی رائے ان الفاظ میں دی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمنا ليقيني بفضل علي لا يحتاج معه هذا الكذب فما ورد الشمس له في زمن النبي صلى الله عليه وسلم فقد ذكره طائفة بلفظ آخر كالطحاوي والقاضي عياض وغيرهما وعدوا ذلك من معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم لكن الحذاق يعلمون ان هذا لم يكن۔

حضرت علیؓ کی فضیلت کے بارے میں ہم جو یقینی علم رکھتے ہیں وہ اس طرح کے جھوٹ کا محتاج نہیں ہے۔ جہاں تک عہدِ نبوی میں اُن کے لیے سُورج لوٹائے جانے کا تعلق ہے۔ اس کا ذکر بعض حضرات مثلاً طحاوی، قاضی عیاض وغیرہ نے کیا ہے اور اسے معجزاتِ رسول میں شمار کیا ہے۔ لیکن فنِ حدیث کے ماہرین جانتے ہیں کہ یہ واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔

اس موضوع سے متعلق روایات پر اس سے زیادہ مفصل اور مکمل بحث حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جزسادس میں کی ہے۔ اس جز کا بیشتر حصہ معجزاتِ نبویؐ کے لیے وقف ہے اور اس میں مصنف نے پوری جامعیت کے ساتھ تمام متعلقہ احادیث و آثار کو نقل کر دیا ہے۔ اس میں "دلائل النبوۃ الحسیۃ" کے عنوان کے تحت آفتاب کے روکے جانے یا لوٹائے جانے والی جملہ روایات پر نہایت شافی اور مبسوط نقد و بحث موجود ہے جو گیارہ بڑے (۷۶ تا ۸۷) صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں جن اصحابِ رجال کی کثیر تعداد نے ان تمام سلسلہ ہائے اسناد کو ضعیف بلکہ وضعی قرار دیا ہے ان میں دارقطنی، ابن حبان، ابن عدی، یحییٰ بن معین، ابن ناصر بغدادی، ذہبی، شعبہ، ابن زنجویہ، دارمی، نسائی، ابو حاتم رازی، المزی، ابن حزم، ابنِ جوزی، ابن مبارک، ابن مہدی، ابوزرعہ، بخاری، ابوداؤد، جوزجانی جیسے جلیل القدر ائمہ شامل ہیں۔ اس طویل بحث کے دوران میں ایک مقام پر ابن کثیر اس موضوع پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

في ترك الائمة كمالك واصحاب الكتب الستة واصحاب المسانيد والسنن والصحاح والحسان روايته هذا الحديث وايداعه في كتبهم اكبر دليل على انه لا

امام مالک، مصنفینِ صحاحِ ستہ، اصحابِ مسانید و سُنن اور دیگر صحیح اور حسن احادیث کے جامعین کا اس ردِّ شمس والی حدیث کا ترک کر دینا اور اپنی کتابوں میں اسے درج نہ کرنا اس بات کا سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصل له عندهم وهو مفتعل ما نوئ بعدهم وهذا ابو عبد الرحمٰن النسائي قد جمع كتابا في خصائص علي بن ابي طالب ولم يذكره وكذالك لم يروه الحاكم في مستدركه وكلاهما ينسب الى شيء من التشيع ولا رواه من رواه من الناس المعتبرين الاعلى سبيل الاستغراب والتعجب . . . والائمة في كل عصر ينكرون صحة هذا الحديث ويردونه ويبالغون في التشنيع على رواته كما قدمنا من غير واحد من الحفاظ۔

بڑا ثبوت ہے کہ ان سب کے نزدیک بے اصل ہے اور ان کے بعد جھوٹ موٹ گھڑ لی گئی ہے۔

امام نسائی کو لیجیے جنہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب کے خصائص و فضائل میں ایک کتاب مرتب کی ہے، لیکن انہوں نے بھی اس روایت کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح حاکم نے بھی اپنی کتاب مستدرک میں اسے درج نہیں کیا، حالانکہ دونوں کی طرف ایک حد تک تشیّع کو منسوب کیا جاتا ہے۔ معتبر محدثین میں جس نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، محض اظہارِ تعجب اور اچنبھے کے طور پر کیا ہے اور ہر عہد میں ائمہ حدیث نے اس روایت کی صحت کا انکار کیا ہے، اسے رد کیا ہے اور اس کے راویوں پر شدید طعن و تشنیع کی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بہت سے محدثین سے نقل کر چکے ہیں۔

امام طحاوی کی اخذ کردہ روایات میں سے جو نسبتہً قابلِ اعتماد ہو سکتی تھی اُس پر بھی جرح کرتے ہوئے ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ کثیر دونوں نے اس میں تدلیس و تعلیل کی نشان دہی کی ہے۔ ابنِ کثیر نے مزید لکھا ہے:

والطحاوی رحمه الله وان كان قد اشتبه عليه امره فقد روى عن ابي حنيفه رحمه الله انكاره والتهكم من رواه۔

اگرچہ طحاوی رحمہ اللہ پر اس روایت کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے لیکن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کے راویوں کے خلاف اظہارِ نکیر و نفرت منقول ہے۔

امام طحاوی کے بارے میں امام ابنِ تیمیہؒ کا یہ قول جسے ابنِ کثیر نے بھی نقل کیا ہے، قابلِ ذکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ لم یکن عندہ نقل جید للاسانید کجھابذۃ الحفاظ (ان کے پاس جانچ پرکھ کرنے والے زبردست محدثین جیسا عمدہ سلسلہ اسناد نہیں تھا)

امام ابوحنیفہ کا اس روایت پر انکار و اعتراض سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

فهذا ابوحنيفة رحمه الله وهو من الائمة المعتبرين وهو كوفي لايتهم على حب علي ابن طالب وتفضيله بما فضله الله ورسوله وهو مع هذا ينكر على راويه ۔

یہ ہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو کہ ائمۂ معتبرین میں سے ہیں اور کوفی ہونے کی وجہ سے انہیں حضرت علیؓ سے محبت رکھنے اور خدا و رسول کی عطا کردہ فضیلتِ علیؓ کا معترف ہونے کے معاملے میں مطعون نہیں کیا جا سکتا، اس کے باوجود وہ اس روایت کے راوی پر معترض ہیں۔

امام طحاوی وغیرہ نے جن روایتوں کی مدافعت کی ہے، ان کی سند پر تو مختصر گفتگو ہو چکی، لیکن سند کے علاوہ ان کا متن اور مضمون بھی درایۃً محلِ نظر ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس پہلو پر اپنے لفظوں میں کچھ کہنے کے بجائے ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ کثیرؒ ہی کے الفاظ نقل کر دیئے جائیں۔ ابنِ تیمیہؒ سابق الذکر بحث ہی میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

لكن الشان هل وقع هذا الحادث العظيم ان الشمس غربت ثم طلعت وما نقله اهل التواتر كما نقلوا انشقاق القمر . . . ثم نفس غروب الشمس يخرج الوقت المضروب للصلوٰة فالمصلي بعد ذالك لايكون مصليا في الوقت و لو عادت وطلعت بعد غروبها حصل بغروبها افطار الصائم وصلوٰة المسلمين المغرب ۔ فبعد طلوعها ايبطل صوم الصائم

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اتنا عظیم واقعہ رونما ہو گیا کہ سورج غروب ہو گیا اور پھر طلوع ہوا اور اہلِ تواتر نے اسے اس طرح نقل نہیں کیا جس طرح شق القمر کو کیا ہے؟ . . . . پھر سورج کا مجرد غروب ہو جانا نمازِ عصر کے وقت کو ختم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد نمازی کی نماز وقت پر ادا نہیں ہو سکتی خواہ سورج غروب کے بعد دوبارہ لوٹ آئے۔ غروب کے بعد روزے دار روزہ کھول سکتا ہے اور مغرب کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ کیا دوبارہ سورج نکلنے پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وصلوته وهذا التقدير ما له يوجد

وہ روزہ اور نماز باطل ہوگئی؟ یہ ایک ناممکن مفروضہ ہے۔

اس کے بعد ابن تیمیہؒ نے ان غزوات کا ذکر کیا ہے جن میں نیند یا شدید مشغولیت میں نماز قضا ہو گئی۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے، لیکن وہاں اللہ نے سورج کو لوٹا کر رات کو دن اور دن کو رات میں تبدیل نہیں کیا، بلکہ نماز قضا ادا کی گئی۔ اسی بات کو دوسرے الفاظ میں ابن کثیر نے بھی دہرایا ہے اور مزید فرمایا ہے کہ جن صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بنو قریظہ میں جا کر نماز عصر پڑھنے کی ہدایت فرمائی تھی اور اس پر لفظاً عمل کرتے ہوئے انہوں نے راستے میں نماز ادا نہیں کی تھی حالانکہ سفر ہی میں سورج ڈوب گیا تھا، بلکہ بنو قریظہ کی بستی میں پہنچ کر مغرب کے بعد نماز عصر پڑھی تھی، ان کے لیے اگر سورج واپس نہیں ہوا تو حضرت علیؓ کے لیے کیسے ہو گیا؟ پھر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وكيف يدخل في عقل احد من اهل العلم ان يكون هذا الحديث يرويه علي ابن ابي طالب وفيه منقبة عظيمة له ودلالة معجزة باهرة لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثم لا يروى عنه الا بهذا الاسناد ... كيف يقع مثل هذا نهاراً جهرة وهو مما تتوفر الدواعي على نقله ثم لا يروى الا من طرق ضعيفة منكرة واكثرها مركبة موضوعة۔

کسی اہل علم کی عقل میں یہ بات کیسے آسکتی ہے کہ اس حدیث کے حضرت علیؓ آپ ہی راوی ہوں، اس میں ان کی عظیم منقبت اور ایک زبردست معجزۂ نبوی کا بیان ہو، اور پھر ان کی طرف سے اس طرح کی سند کے ساتھ اسے آگے روایت کیا جائے؟ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دن کی روشنی میں علانیہ پیش آئے، اس کے نقل کیے جانے کے اسباب و وجوہ اور محرکات بھی بہت سے ہوں، لیکن اس کے باوجود اس روایت کے سارے طرق ضعیف و منکر بلکہ اکثر بناوٹی اور موضوع ہوں۔

آگے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ سورج کا غروب کے بعد مغرب سے نکلنا تو قرب قیامت کی سب سے بڑی علامت ہے، وہ کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے کہ بس یونہی ظاہر ہو کر گزر جائے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے

© rasailojaraid.com